# مخلوط معاشرہ



اُمِّ عبدِ مُنیب

مشربہ علم و حکمت
0321-4609092
ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور

# مخلوط معاشرہ

اُمِّ عبدِ منیب

ناشر:
مشربہ علم وحکمت (دار الشکر)
ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0300-4270553

| | |
|---|---|
| اہتمام | محمد عبد منیب |
| ناشر | مشربہ علم وحکمت |
| اشاعت اول | شعبان ۱۴۲۹ھ |
| قیمت | 28:00 |

ناشر: مشربہ علم وحکمت (دار الشکر)

ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0333-4994840 0300-4270553

ڈسٹری بیوٹر: دار الکتب السلفیہ

(4 شیش محل روڈ لاہور۔ پاکستان 54000) Ph:092-042-7237184

# اسلام اور مخلوط معاشرہ

# مخلوط معاشرے سے مراد

جب ہم مخلوط معاشرہ کہتے ہیں تو اس سے تصور میں یہ نقشہ ابھرتا ہے کہ ایک ایسا معاشرہ جس میں اجنبی مرد اور عورت جن میں حرمت کا کوئی رشتہ نہ ہو وہ بلا جھجک ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اپنی زندگی کے فرائض انجام دیں اور اجتماعات وتقریبات میں مرد وعورت کی تمیز کے بغیر سب کو ایک ہی جگہ پر بٹھایا جائے، ایک ساتھ مجوّزہ امور انجام دیئے جائیں، ایک ساتھ کھانا کھایا جائے، ایک ساتھ تفریح کی جائے، ایک ساتھ نشست وبرخاست رکھی جائے۔

مخلوط معاشرے کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ یہ جاننا ایک مشکل امر ہے، لیکن ہمیں اس دعوے میں کوئی اشتباہ اور باک نہیں ہے کہ اس کی ابتداء ان معاشروں میں ہوئی جن میں الہامی تعلیمات سے انتہائی زیادہ روگردانی کے جراثیم پھیل گئے اور انہوں نے الہامی تعلیمات کے برعکس ہر کام انجام دینا اپنے اوپر لازم کرلیا۔

مخلوط معاشرے کے مقابلے میں کوئی خاص اصطلاح غالبًا ہمارے یہاں اس لیے مروّج نہیں ہے کہ اجنبی مرد وعورت کے درمیان باہم جھجک، حیا اور حجاب کی آڑ آغازِ آدم ہی سے موجود رہی ہے اور آج بھی اس حجاب اور جھجک کو ایک مستحسن

امر اور معروف چلن کا اعزاز حاصل ہے۔ جب ہم اجنبی مرد وعورت کے درمیان باہم حیا، جھجک اور حجاب کی آڑ کی تاریخ دیکھنا چاہتے ہیں تو تاریخی صفحات پر بڑے واضح الفاظ میں اس کا وجودِ باسعادت جگمگاتا ہوا نظر آتا ہے۔

## قرآنی تاریخ اور مخلوط معاشرہ:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو تخلیقِ آدم کے ارادے سے آگاہ فرمایا، اور تخلیق کے بعد انہیں آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، ابلیس نے انکار کیا اور ملائکہ نے تعمیلِ ارشاد کی تو اس سارے وقفہ میں اور اس کی سرگزشت بیان کرنے میں ربّ کریم نے کہیں بھی زوجہِ آدم کا ذکر نہیں کیا۔ جس سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ زوجہِ آدم ان تمام وارداتِ ملاءِ اعلیٰ کے وقت یا تو کہیں کنجِ تنہائی میں حجاب نشین تھیں یا ابھی تک تخلیقی عمل سے گزری ہی نہیں تھیں۔ وجہ کوئی بھی ہو، ربّ کریم نے تو زوجہِ آدم کے نام کو بھی صیغہِ راز ہی میں رکھا جس سے معاشرتی زندگی میں خواتین سے متعلق یہ قاعدہ و ادب مستنبط ہوتا ہے کہ عورت کا صرف جسم ہی نہیں، نام بھی بلا وجہ اور بلا ضرورت منظرِ عام پر نہیں آنا چاہیے۔

انبیاء کی قرآنی تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کریں، آگے بڑھیں تو نوح علیہ السلام کی بیوی جو کافر تھی اس کا بھی تذکرہ نام کی بجائے امراۃ نوح ہی کے الفاظ میں ملتا ہے۔

لائے تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں سوائے ان کی زوجہ محترمہ کے اور کوئی بھی نہیں تھا، تب فرشتوں نے سلام کرتے ہوئے جو انداز اپنایا وہ دنیا کے ہر اجنبی مرد کے لیے کسی اجنبی گھر میں داخلے کے وقت کی بہترین تعلیم دیتا ہے۔ فرشتوں نے کہا:

السّلام عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ .

اس اندازِ بیان میں کس درجہ ادب اور احترام پایا جاتا ہے، اس کی کیفیت کو وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جو عربی زبان، محاورات نیز عورت کے احترام اور حفظِ مراتب کو خود بھی نگاہ میں رکھنے والے ہیں۔

فرشتوں کے سامنے ابراہیم نے انہیں اجنبی مہمان سمجھ کر کھانا لا کر رکھا تو فرشتوں نے کھانے کو ہاتھ نہ لگایا، ابراہیم علیہ السلام نے کچھ خوف محسوس کیا تو انہوں نے اپنی آمد کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا: ہم اس قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں جو گناہوں میں پڑی ہوئی ہے تاکہ ان پر پتھروں کی بارش کریں۔

قرآنی انداز سے پتا چلتا ہے کہ ان اجنبی مرد مہمانوں کو جب کھانا پیش کیا گیا تو خاتونِ خانہ دسترخوان پر نہیں تھیں بلکہ وہ کہیں پسِ پردہ ہی تھیں۔ اور جب ان مہمانوں نے بیٹے کی ولادت کی خوش خبری دی تو انہوں نے پس پردہ ہی یہ الفاظ کہے تھے:

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ

''اس (ابراہیم) کی بیوی چلاتی ہوئی آئیں اور دوہتڑ مار کر کہنے لگیں ایک تو بڑھیا اور (دوسرے) بانجھ''۔(الذاریات:۲۹)

لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ تھیں اور اپنے کافر رشتہ داروں کی ہم نوائی کو اپنے نبی شوہر کے مقابلے میں ترجیح دیتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا ذکر بھی نہیں کیا۔

ہمیں قرآنِ عزیز میں ایک ایسی خاتون کا ذکر بھی ملتا ہے جس کا اللہ پر توکل اس قدر تھا کہ اس نے اپنے نومولود بیٹے کو صندوق میں ڈال کر دریا کی لہروں پر بہا دیا، قرآنی اسلوب ہی سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اس جلیل القدر خاتون کی طرف ربِّ کریم نے وحی کی تھی، یعنی ان کے دل میں اپنی طرف سے یہ خیال القاء کیا تھا کہ وہ اپنے بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دیں۔

اللہ تعالیٰ کی معیت، نصرت اور تائید قدم بہ قدم اس عظیم خاتون کو حاصل تھی، تبھی تو ربِّ اکرم نے دوبارہ نومولود بچے کو رضاعت کے لیے واپس ان کی گود میں بھیج دیا۔(دیکھیے القصص آیت:۷)

اس تمام رفعتِ مقام کے باوجود یہ عظیم خاتون اُمِّ موسیٰ کے نام ہی سے متعارف کروائی گئیں، ان کا نام نہیں لیا گیا، اس واقعے میں اختِ موسیٰ کا بھی ذکر ہے لیکن وہ بھی بغیر نام ہی کے۔

موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے، ایک قبطی کا آپ کے ہاتھوں قتل ہو گیا تو آپ مَدْیَن

کی طرف بھاگ نکلے، مدین شہر کے باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھے، شام ہونے کو تھی، سامنے کنویں پر شہر کے لوگ اپنی اپنی بکریوں کو پانی پلانے میں مصروف تھے اور یہ تمام لوگ چرواہے یعنی مرد تھے۔ چرواہوں کے اس ہجوم سے دور ایک طرف دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے کھڑی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ منظر یقیناً بہت اچھا لگا، نبی کے قلب اطہر نے محسوس کیا کہ مردوں سے ہٹ کر کھڑی ہونے والی لڑکیاں یقیناً کسی باحیا، باحجاب اور الہامی تعلیمات سے آشنا گھرانے کی بیٹیاں ہیں، شرفاء کی بچیوں کی یہ پہچان ہے کہ وہ غیر مردوں میں گھلنے ملنے اور ان کے ساتھ بلا جھجک اپنا کوئی کام کرنے یا ان سے گفتگو کرنے سے دور رہتی ہیں۔ یقیناً یہ لڑکیاں کسی مجبوری کی بنا پر ہی گھر سے نکلی ہوں گی۔ اہلِ مَدْیَن کس قدر خود غرض...... سخت دل...... انسانی ہمدردی سے عاری...... اور مروت سے دور ہیں جنہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان باحیا، کم زور، مجبور اور کم عمر بچیوں کی بکریوں کو پانی پلا کر انہیں بجائے اس کے کہ وہ یہاں جھجک اور تکلیف کے ساتھ کھڑی رہیں گھر جانے میں مدد دی جائے......

یقیناً موسیٰ علیہ السلام کے دل میں کچھ اسی قسم کا مدوجزر پیدا ہوا ہوگا؟

وہ اٹھے اور لڑکیوں سے معقول طریقے سے بات کی اور ان کی بکریوں کو پانی پلایا اور لڑکیاں خلافِ معمول جلدی اپنے گھر چلی گئیں۔

وہ بچیاں الہامی تعلیم اور آداب سے آشنا تھیں، ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا ایک

نیک بندہ تھا جس نے اپنی بچیوں کو علم و عمل سے سنوارا ہوا تھا، بچیوں نے بھی موسیٰ علیہ السلام کو بے خدا اور بے حجاب معاشرے کے مردوں سے الگ تھلگ قسم کا مرد محسوس کیا، یقیناً اس دور میں اور اس شہر میں الہامی تعلیم اور آداب سے آراستہ لوگ کم یاب ہی نہیں بلکہ نایاب ہو چکے تھے، آج اپنا ہی ہم فکر اور ہم مشرب آدمی دیکھ کر انہوں نے اپنے باپ سے اس عظیم اخلاق کے حامل شخص کا ذکر کیا۔ باپ نے فوراً موسیٰ علیہ السلام کو بلا بھیجا، لڑکا تو کوئی تھا نہیں اور نہ ہی کوئی ملازم اور نہ خود شیخ کبیر اس قابل تھے کہ خود چل کر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرتے، ناچار اپنی بیٹی ہی کو انہیں بلانے بھیجا۔ بیٹی موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی لیکن کس وقار اور حیا کے ساتھ اس پر! قرآن حکیم ہی کی شہادت تام کافی ہے:۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۔(القصص: ۲۵)

''ان دونوں میں سے ایک حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس (موسیٰ) کے پاس آئی''۔

فرعون کی بیوی جس کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں بہتے صندوق سے نکالے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سکونت عطا کی وہ بھی مومنہ خاتون تھیں۔ قرآنِ حکیم ہی ہمیں بتاتا ہے کہ وہ فرعون کے کفر، اس کے دعویٰ، ربوبیت اور مظالم سے سخت نالاں تھیں اور یہ دعا کیا کرتی تھیں:

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ

وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ . (التحریم : ۱۱)

''اے میرے رب ! میرے لیے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے برے اعمال سے نجات دے اور ظالم لوگوں کے ہاتھ سے مجھ سے نجات عطا کر۔''

لیکن اس خاتون کا ذکر بھی نام کے ساتھ نہیں بلکہ امراۃ فرعون کے ساتھ آیا ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث میں ان کی فضیلت حیثیتِ مرتبہ کا ذکر ہے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خطوط کھینچے۔ پھر فرمایا: تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضل النساءِ اهلُ الجنةِ خديجةُ بنت خُويلد وفاطمةُ بنتُ محمدٍ وآسيةُ بنتُ مُزاحِمٍ امرأةُ فرعونَ ومريم ابنةَ عمرانَ رضی اللہ عنہم

''جنتی عورتوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی عورتیں خدیجہ بنتِ خُویلد، فاطمہ بنتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، آسیہ بنتِ مزاحم فرعون کی بیوی اور مریم بنتِ عمران ہیں۔''

(مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۶۶۸، ۲۳۲/۴۔ ہیثمی نے کہا اسے ابویعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا۔ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، مجمع الزوائد: ۲۲۳/۹۔ شیخ احمد شاکر نے اسے صحیح قرار دیا، ھامش المسند ۲۳۲/۴۔ نبی کریم بحیثیت معلم از ڈاکٹر فضل الٰہی)

قرآن حکیم میں صرف ایک خاتون کا نام ملتا ہے اور وہ مریم علیہا السلام ہیں۔ ان کی والدہ کا امرأۃ عمران کے تعارف کے ساتھ ذکر ہے، انہوں نے دعا مانگی تھی کہ جو کچھ میرے بطن میں ہے وہ ربِّ کریم کے لیے وقف ہوگا لیکن یہ کیا؟ وضعِ حمل ہوا تو وہ لڑکی تھی اور لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى ''اور نہیں ہوتا لڑکا لڑکی کی طرح''۔

اور پھر انہوں نے کہا:

إِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. (آل عمران:٣٦)

''میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

یہ بیت المقدس کے متولین اور خادمین کے سپرد کر دی گئیں تاکہ نذر پوری کی جا سکے۔ کفالت کے لیے زکریا علیہ السلام کا نام قرعہ میں نکلا تو زکریا علیہ السلام بھی نبی تھے وہ جانتے تھے کہ عورت کا اجنبی مردوں میں رہنا یا ان کے سامنے آنا درست نہیں چنانچہ انہوں نے مریم علیہا السلام کے لیے الگ حجرہ بنا دیا جس میں ننھی مریم ہمہ وقت مصروفِ عبادت رہتی۔ عبادت میں مصروف رہتے رہتے اسی حجرہ میں جوانی کو پہنچیں۔ ہمیں اس بات کا کوئی ثبوت اور اشارہ قرآن حکیم کے اسلوبِ بیان سے نہیں ملتا کہ وہ مردوں میں جاتی یا ان میں بیٹھ کر الہامی تعلیمات سنتی یا سنانے کا کام کرتی تھیں، بلکہ جو بات مترشح ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ وہ مردوں کے سامنے آتی تھیں

سے میل ملاقات رکھتی تھیں سوائے زکریا علیہ السلام کے جوان کے خالو تھے اور اتنے بوڑھے ہو چکے تھے کہ ان کے اپنے بیان کے مطابق:

إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا ۔(مریم:٤)

”میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہو گئیں اور سر بڑھاپے (سفید بالوں) کی وجہ سے شعلے مارنے لگا۔“

بڑھاپے کی حالت کو پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا شرعاً ان سے رشتے۔ عمر اور نبی ہونے کی وجہ سے، نیز مریم کی کم عمری کی وجہ سے حجاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

غرض یہ کہ قرآن حکیم میں الہامی تعلیمات سے آراستہ جن جن خواتین کا ذکر آیا ہے اس سے ہمیں ایک ایسے معاشرے ہی کی تائید ملتی ہے جس میں اجنبی مرد و عورت حیا اور حجاب کے ساتھ رہتے تھے۔ دورِ حاضر کے مخلوط معاشرے کی طرح کھانے میں، تقریبات میں، دفاتر میں، سفر میں، تعلیم حاصل کرنے میں غرض کسی بھی جگہ پر باہم خلط ملط نہیں ہوتے تھے۔

رہے وہ معاشرے جو انبیاء کی تعلیمات سے ناواقف تھے یا اس تعلیم کے کھلم کھلا مخالف اور دشمن تھے، ان میں مخلوط معاشرے، بے حجابی اور بدکاری جیسے قبیح جرائم موجود تھے۔

ہمیں یہ فرق اس وقت واضح نظر آتا ہے جب ہم ایک طرف یہ دیکھتے ہیں کہ مریم علیہا السلام کو زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دیا گیا تو یہاں قلبی طہارت، حیا اور پاکیزگی کا

یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۔

”اور عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور وہ اپنے رب کے کلام اور اس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور فرماں برداروں میں سے تھیں۔“ (التحریم: ۱۲)

ادھر جب یوسف علیہ السلام کو ایک بے خدا، لادین، بے حجاب اور مخلوط معاشرے کی ایک اونچی سوسائٹی کی خاتون کے سپرد پرورش کے لیے کیا گیا تو اس کی خباثتِ نفس یہاں تک بڑھی کہ خود دروازے بند کر کے یوسف علیہ السلام کو دعوتِ گناہ دے ڈالی، گو عورتوں نے اس پر طعنے بھی کسے کہ:

امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. (یوسف : ۳۰)

”عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے۔“

لیکن مخلوط اطوار اور لادین، حیابیزار، معاشرے کی اس عورت نے بڑی ڈھٹائی سے انہیں بھی اپنے اس گناہ میں شامل کرنے کے لیے بلالیا اور ہم اس واقعے کے آخر تک یہ دیکھتے ہیں کہ اس عورت کو اپنے کیے پر کوئی ندامت یا ملال بھی نہیں ہوا کہ

یہی مخلوط معاشرے اور لادین معاشرے کی روایت ہے۔

ادھر وہ ربِّ کریم، اللہ کا بندہ یوسف علیہ السلام اس قدر اس مخلوط معاشرے کی خباثت ، بدباطنی پر نالاں ہوا کہ پکار اٹھا:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَکُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ. (یوسف: ۳۳)

"میرے پروردگار! جس کام کی طرف یہ (عورتیں) مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا۔"

قرآنی تاریخ میں اجنبی مرد و عورت کے درمیان باحیا اور باحجاب معاشرے کے نقوش کا تسلسل دیکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ باحیا اور باحجاب معاشرہ ہی فطری معاشرہ ہے، یہی ربِّ العالمین کا پسندیدہ معاشرہ ہے اور دنیا کا ہر معقول اور صائب الرائے شخص اسی کے حق میں گواہی دیتا ہے۔

# دورِ حاضر میں مخلوط معاشرے کی وبا

دورِ حاضر میں مخلوط معاشرہ انتہائی خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس کا آغاز یورپ کے مادر پدر آزاد حیوانی معاشرے میں ہوا اور گزشتہ اڑھائی صدیوں میں بڑھتے بڑھتے اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ وہاں مرد و عورت کے درمیان کوئی حیا یا حجاب کی آڑ موجود ہے۔ یورپ سے اس کی موسوم بدبو نے مشرق کی طرف سفر کیا اور رفتہ رفتہ اسے بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا حالانکہ مشرق وہ خطہ ہے جس کی اقدار کو مشرقی اقدار کہہ کر تعریف کی جاتی ہے اور اس کی اقدار میں حیا و حجاب ہی کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس کا سبب شاید یہ بھی ہو کہ مشرق ہی وہ خطہ ہے جس میں اسلامی ممالک کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور انسانی معاشرے کا آغاز بھی اسی کے ایک شہر مکہ مکرمہ سے ہوا۔

غیر مسلم معاشرے مشرق کے ہوں یا مغرب کے ان میں نہ تو خوفِ آخرت پایا جاتا ہے نہ تو حیا کا [illegible] میں مخلوط معاشرہ کسی

سطح پر ضرور پایا جاتا ہے، لیکن مسلمانوں کی زندگی میں مخلوط معاشرے کا در آنا ایک ایسا المیہ ہے جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے، اس المیے پر رونے، کڑھنے اور آہیں بھرنے کی بجائے یہ صورتِ حال اہلِ درد مسلمانوں سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ مخلوط معاشرے کی روک تھام کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں۔ یہ ایک امرِ منکر ہی نہیں بلکہ اور بہت سی منکرات کا مجموعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہم سب سے یہ تقاضا کرتا ہے۔

مَنْ رَایٰ منکُم مُنْکِرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فانْ لم یَسْتَطِعْ فبِلِسَانہٖ فاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فقلبہ وَذالک اَضعف الایمان.

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النہی عنی المنکر من الایمان)

''جو بھی تم میں سے کسی منکر (برے اور ممنوع کام) کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے تبدیل کر دے اور اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے (اسے روکے) اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے اور یہ ایمان سے کا کمزورترین درجہ ہے۔''

❀❀❀

# مخلوط معاشرے سے بچاؤ کے احکام

قرآن حکیم اور احادیث میں مخلوط معاشرے سے بچاؤ کے لیے وسیع پیمانے پر احکامات دیئے گئے ہیں اور ان کے ایک ایک جزو کی تفصیل بھی موجود ہے تاکہ مخلوط معاشرے کے ایمان پر مسموم اثرات سے فرد اور جماعت دونوں محفوظ رہیں۔ ان میں سے کچھ عملی اقدامات مندرجہ ذیل ہیں:۔

## ستر کی حدود:

- ستر سے مراد ہر مرد یا عورت کے جسم کے وہ حصے ہیں جنہیں عام حالات میں کسی کے سامنے بھی ننگا نہیں رکھا جا سکتا سوائے خاوند اور بیوی کے۔

مرد کے لیے اس کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ہے، اس حصے کو وہ نہ اپنے ہم صنفوں کے سامنے ننگا کر سکتا ہے نہ مخالف کے سامنے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مابین سترة والرُّكبة عورَةٌ.

"جو کچھ ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے وہ چھپانے کے قابل ہے۔"



ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی قوله عزوجل قل للمومنین یغضضن

من ابصارِھنّ )

عورت کا ستر اس کے چہرے، کلائی تک ہاتھ اور ٹخنے تک پاؤں کے علاوہ عام حالات میں پورا جسم ہے۔ البتہ اگر کسی وقت اس کی گردن، سر، پنڈلیاں، کمر، بازو محرم افراد یا خواتین کے سامنے ننگے ہو جائیں یا ان حصوں پر ان افراد کی نظر پڑ جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے حفظِ حیا اور محرم رشتہ دار)

## الگ الگ لباس:

مرد اور عورت کے لیے شریعت نے الگ الگ لباس دیا۔ دونوں کے لباس ان کے اپنے اپنے ستر کے مطابق ہیں یہی وجہ ہے کہ مرد کا لباس عورت کے لباس سے نسبتاً چھوٹا اور کم کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے۔ لباس کی تراش خراش اور ڈیزائن کے علاوہ رنگوں میں بھی فرق موجود ہے تا کہ ایک جیسے لباس کی وجہ سے مرد پر عورت کا اور عورت پر مرد کا گمان نہ ہو سکے۔

لباس کا بنیادی مقصد ستر پوشی اور اس کے بعد زینت کا حصول ہے ارشادِ ربانی ہے۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَ رِیْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ.

”اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپتا ہے

اور زینت بھی ہے اور لباس تو تقویٰ ہی کا بہتر ہے۔" (الاعراف : ٢٦)

لہٰذا لباس تیار کرتے ہوئے یہ پیشِ نظر رکھا جائے گا کہ

- لباس اتنا چھوٹا نہ ہو کہ جس شخص نے اسے پہننا ہے اس کے ستر کے حصوں کو بھی ڈھانپ نہ سکے۔
- اتنا باریک نہ ہو کہ جسم کا رنگ یا جھلک نظر آئے۔
- اتنا تنگ نہ ہو کہ جسم کے جو حصے ستر میں شامل ہیں ان کی بناوٹ نمایاں ہو۔
- کا ڈیزائن ایسا نہیں رکھا جائے گا کہ جو حصے ستر میں شامل ہیں ان جگہوں سے وہ کٹا ہوا ہو، یا اس میں سوراخ دار ڈیزائن بنایا گیا ہو۔
- مردوں کے لباس پر کسی قسم کی پٹی یا جھالر، اس انداز سے نہیں لگائی جائے گی کہ اس کا ایک حصہ لٹک رہا ہو۔
- مردوں کا لباس زعفرانی رنگ (کیسری رنگ، پیلا رنگ، نارنجی رنگ وغیرہ) کا نہیں ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ رنگ پہننے سے منع کیا ہے۔ جب کہ عورتوں کو یہ رنگ پہننے کی عام اجازت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو زعفرانی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

اِنّ هذه ثياب الكفار لا تلبسها.

"یہ کافروں کا لباس ہے اسے مت پہنو۔" (مسلم ، کتاب اللباس والزینه)

○ مرد کا لباس خالص ریشم سے تیار نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لے کر فرمایا:

اِنَّ هذينِ حرامٌ على ذكورِ اُمَّتِیْ.

"بے شک میری امت کے مردوں کے لیے یہ دو چیزیں حرام ہیں۔"

(مسند احمد: ۴۹۳۵۔ ابو داؤد، کتاب اللباس: ۳۵۹۵۔ نسائی: ۵۱۴۸)

لیکن عورتوں کے لیے سونا اور ریشم پہننے کی کھلی اجازت ہے۔

○ عورت مرد جیسا لباس نہیں پہنے گی اور مرد عورت جیسا لباس نہیں پہنیں گے تاکہ دونوں کی شناخت خلط ملط نہ ہو اور مرد کو عورت اور عورت کو مرد نہ سمجھا جائے۔

○ مرد کو عورتوں جیسا اور عورت کو مردوں جیسا حلیہ بنانے سے بھی منع کیا گیا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لعن رسول اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهين من الرجال بالنساءِ والمتشبهات من النساءِ بالرجال.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں جیسا حلیہ بنائیں اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں جیسا حلیہ بنائیں۔"

(صحیح بخاری، کتاب اللباس ، رقم الحدیث: ۸۲۹۔ سنن ابی داؤد ، ابن

ماجہ ، ترمذی)

لہٰذا نہ مرد زیور پہنے گا ، نہ بناؤ سنگھار کرے گا ، نہ زنانہ انداز میں سر کے بال بنائے گا ، نہ ہی زنانہ انداز میں چلے گا ، نہ ہی زنانہ ضمیریں استعمال کرے گا۔ اسی طرح عورت مردوں کی طرح نہ تو پگڑی یا ٹوپی پہنے گی نہ مردانہ انداز میں سر کے بال بنائے گی نہ مردوں کی طرح ہاتھ میں چھڑی ، تلوار ، نیزہ ، بندوق کمان ، تلوار وغیرہ لے کر چلے گی ، نہ مردانہ ضمیریں اپنے لیے استعمال کرے گی۔

(اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ''صنفِ مخالف کی مشابہت مطبوعہ مشربہ علم وحکمت)

## محرم اور نامحرم کی تفریق:

گھروں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان بے تکلفی اور بے حجابی کا ماحول قائم رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ رشتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ چنانچہ زندگی میں کبھی بھی کسی موڑ پر ان رشتوں کے درمیان نکاح نہیں ہوسکتا۔ محرم رشتوں کا ایک اختصاص یہ بھی ہے کہ ایک عورت کے لیے ان محرم افراد کے علاوہ دنیا کے دیگر تمام افراد نامحرم ہیں اور ان سے خلط ملط ہونے کی کسی بھی سطح پر عورت کو اجازت نہیں۔ اسی طرح ایک مرد کے لیے اپنی محرم خواتین کے علاوہ دنیا کی دیگر تمام خواتین نامحرم ہیں اور ان سے بے تکلف اور بے حجاب ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

- باپ (سگا ہو سوتیلا ہو یا رضاعی)
- ماموں اور چچا (سگا ہو سوتیلا ہو یا رضاعی)
- (باپ اور ماں کے چچا، ماموں (سگے ہوں سوتیلے ہوں یا رضاعی)
- دادا، پردادا، نانا، پرنانا وغیرہ
- خاوند کا باپ یعنی عورت کا سسر
- خاوند کی سگی ماں اور سگے باپ کا باپ اور دادا، پرنانا
- اپنے سگے بیٹے، خاوند کے بیٹے یعنی سوتیلے بیٹے، عورت کے رضاعی بیٹے، اور ان سب بیٹوں کے بچے یعنی پوتے، نواسے وغیرہ۔
- بھائی سگے ہوں سوتیلے یا رضاعی اور ان بھائیوں کے بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ۔
- بہن (سگی ہو یا سوتیلی یا رضاعی) ان کے بیٹے، پوتے، نواسے یعنی بھانجے اور بھانجیوں کی بیٹے
- داماد (سگی بیٹی اور رضاعی بیٹی کا شوہر) نیز عورت کی پوتی، نواسی، پڑپوتی، پڑنواسی کا شوہر۔

## حجاب کی حدود:

مخلوط معاشرے سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نامحرم مرد اور عورت کے

درمیان حجاب کی حد کھینچ دی ہے۔حجاب ایک شرعی اصطلاح ہے جس سے مراد یہ ہے کہ نامحرم مرد اور نامحرم خواتین کے درمیان کسی نہ کسی چیز کی آڑ موجود رہے، مثلاً دیوار ، پردہ، کپڑا، کسی جانور کا درمیان میں حائل ہو جانا ،عورت کا اپنے چہرے پر یا مرد کا اپنے چہرے پر کپڑا ڈال کر حجاب کر لینا ،اور کچھ نہ ہو تو رخ موڑ کر دوسری طرف کر لینا ،خیموں کی دیواروں کا درمیان میں حائل ہونا غرض کسی بھی چیز کی آڑ ہو سکتی ہے اور ہر آڑ کو حجاب کہا جا سکتا ہے۔حجاب کا اصل مقصد یہ ہے کہ نامحرم مرد اور عورت کی نظریں ایک دوسرے کے جسم پر یا چہرے پر نہ جم سکیں۔

## ایک دوسرے کو دیکھنے سے اجتناب :

اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کو حکم دیا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ . وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ . (النور: ۳۱، ۳۰)

”مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کے لیے پاکیزہ طریقہ ہے،یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے باخبر ہے،اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور وہ اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔“

اچانک صنفِ مخالف پر نظر پڑ ہی جاتی ہے، ایک صحابی نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اَطرق بَصَرك ''تو اپنی نگاہیں نیچی کر لے۔''

(مسلم، کتاب الاداب ، باب نظر الفجائة : ۲۱۵۹ عن جریر بن عبداللہ الجبلی)

آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یا علیُّ لا تتبع النَّظرَةَ النَّظْرَةَ فاِنَّ لک الْاُولیٰ ولَیْسَتْ لَکَ الْاُخْریٰ.

''اے علی! نظر کے پیچھے نظر کو نہ دوڑا (یعنی بار بار نامحرم کی طرف مت دیکھ) کیونکہ تمہاری پہلی (اچانک پڑ جانے والی) نظر معاف ہے اور دوسری نظر جائز نہیں۔ (حاکم ، صحیح علیٰ شرط مسلم ووافقہ الذھبی فی التخلیص)

فرض کیجیے، اگر مرد اور عورت ایک ہی جگہ کھانا کھا رہے ہوں، ایک ہی دفتر میں بیٹھے دفتری امور نبٹا رہے ہوں، نرس مرد کو انجکشن لگا رہی ہو، ائیر ہوسٹس مرد مسافروں کو کھانا پیش کر رہی ہو، مرد استاذ بچیوں یا عورتوں کو پڑھا رہا ہو، لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے بیٹھ کر لیکچر سن رہے ہوں، ایک ہی جگہ پر مرد اور عورتیں سیر وتفریح کر رہے ہوں، غرض زندگی کا کوئی شعبہ بھی ہو، جہاں یہ دونوں اصناف اکٹھی ہوں وہاں یہ دونوں اپنی اپنی نظر ایک دوسرے کے جسم اور لباس، چہرے پر ڈالنے سے کیسے بچا سکیں گی؟

اسی نظر کو بچانے کے لیے مخلوط معاشرے کو دین اسلام نے ناپسندیدہ قرار دیا۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں نامحرموں سے نظر بچانے کا حکم دینے کے بعد دوسرا حکم یہ دیا کہ مومن (خواتین اور مرد) اپنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ دراصل نظر سب سے پہلے اٹھتی ہے، یہ دیکھنے کا کام کرتی ہے اور بعض اوقات اس نظر کو شیطان اس طرح بہکاتا ہے کہ جسم کا مطالبہ نظر کے بعد مزید نظر ڈالنے، اس کے بعد کلام کرنے اور سننے تک پہنچ جاتا ہے اگر اسے قابو نہ کیا جائے، آنے والے خطرے کو محسوس نہ کیا جائے تو بالآخر گناہ کی مہلک دلدل تک کے کیچڑ میں انسان اٹ جاتا ہے۔ لہٰذا ہمارا وہ خالق جو نظر کے زہریلے تیر سے واقف ہے وہ اسے پہلے ہی مرحلے پر صنف مخالف کو دیکھ کر نظر جھکا لینے کی تاکید کرتا ہے۔

دنیا میں جتنے بھی گناہ نامحرم مرد و عورت کے درمیان ہوئے یا جتنی بھی جنسی بے راہروی پھیلی اور پھیلائی جا رہی ہے، سب کا آغاز نظر ہی سے ہوا۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے "غضِ بصر اور مرد حضرات)

## مرد اور عورت اکیلے ایک جگہ اکٹھے نہ ہوں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلَا لَا یخلُوَن رجلٌ بِامرأةٍ اِلَّا کان ثالثَھما الشیطٰن.

(صحیح ابنِ ماجہ للالبانی :۱۷۵۸)

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا نہیں ہوتا مگر ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ اجنبی عورت سے مرد کا تنہائی اختیار کرنا حرام ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔(۱۳۴/۶)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**لا یخلون رجلٌ بامراۃٍ ولا یحلّ لامراۃٍ انْ تُسافِرَ اِلّا معها ذو محرم.** (بخاری ، کتاب الجهاد والسیر :۳۰۰۶)

''کوئی اجنبی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو اور کسی عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ بغیر کسی محرم کے سفر کرے۔'' ایک آدمی نے یہ سن کر عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا نام فلاں فلاں غزوے میں لکھ دیا گیا ہے اور میری بیوی حج کے لیے جارہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جاؤ۔''

کیونکہ جہاں بھی اجنبی مرد اور عورت اکٹھے ہوتے ہیں وہاں شیطان انہیں آسانی سے بہکا سکتا ہے۔ اس بات کی وضاحت ایک ہندو وکیل نے اس طرح کی ہے: جو لوگ برق کے اصول سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ برقی رو مثبت اور منفی دو قسم کی ہوتی ہے۔ یہ دونوں قسمیں باہم ملنے کے لیے ہمہ وقت تیار اور بے تاب رہتی ہیں، اور جب تک ان دونوں کے درمیان خاصا فاصلہ رہتا ہے یا دونوں کو

علیحدہ رکھنے والی کوئی چیز موجود ہوتی ہے۔ اس وقت تک یہ دونوں قسم کی رو اپنے اپنے خول میں دوڑتی رہتی ہے لیکن جوں ہی علیحدہ رکھنے والی چیز ہٹا دی جاتی ہے یا باہمی فاصلہ ایک حد تک کم کر دیا جاتا ہے تو دونوں مل جاتی ہیں اور شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت چاہے ساری دنیا بیٹھ کر شعلہ نہ اٹھنے کی دعا کرے تو اس سے کچھ حاصل نہیں۔ ہر چیز کے قانون اور اصول مقرر ہیں، قانون توڑو گے تو اس کے انجام کو بھی بھگتو گے۔ انسانی اور اخلاقی دنیا بھی اٹل قوانین میں جکڑی ہوئی ہے جس طرح جسمانی دنیا۔ (ماہنامہ بیداری، شمارہ نومبر ۲۰۰۷ء مقالہ سائر مسٹر آراے ہزا بحوالہ صدق جدید ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء)

اللہ تعالیٰ مرد اور عورت دونوں کا خالق ہے۔ اس نے اسی لیے ہر اجنبی مرد اور عورت میں حجاب کی آڑ فرض کر دی۔

## دائرہِ کار الگ :

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں ٹھہرے رہنے کا حکم دیا۔ فرمایا:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ۔

"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح پہلے جاہلیت (کے دنوں میں) اظہارِ زینت کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاتی پھرو۔" (الاحزاب: ۳۳)

صرف اشد ضرورت کے وقت ہی عورت کو باہر جانے کی اجازت ہے۔ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

انّه قد اُذِن لكنّ اَنْ تَخرُجنَ لحاجتِكُنَّ.

''بے شک تمہیں یہ اجازت دی گئی ہے کہ تم اپنی حاجت کے لیے (گھر سے) باہر نکل سکتی ہو۔

(مسلم ، كتاب اللباس ، باب اِباحةِ الخروج النساء لقضاء حاجة الانسان)

شریعت کے مجموعی احکام کو سامنے رکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ عورت کے ذمے وہ کام لگائے گئے جن کا تعلق گھر کی چار دیواری سے ہے مثلاً کھانا پکانا، کپڑے دھونا، سینا پرونا، صفائی کرنا، گھر میں موجود بیمار، معذور اور بوڑھے افراد کا خیال رکھنا اور بچوں کی تربیت کرنا۔

اس کے برعکس مرد پر ان امور کی ذمہ داری ڈالی گئی جن کا تعلق بیرونِ خانہ سرگرمیوں سے ہے مثلاً باجماعت نماز ادا کرنا، اذان کہنا، امامت کرانا، میت کا جنازہ پڑھنا اور اس کی تدفین کرنا، خرید و فروخت کرنا، جہاد کرنا، اسلام کی تبلیغ کرنا، ملک کا نظم و نسق چلانا اور اس میں شمولیت اختیار کرنا، محنت مزدوری کرنا، حصولِ علم، حصولِ معاش یا کسی اور ضرورت کے تحت دور یا نزدیک سفر کرنا اور جو کمائی ہو وہ لا کر گھر میں عورتوں کے حوالے کرنا تا کہ وہ اس کمائی سے اپنی اور گھر کی ضروریات پوری کر سکیں۔

معاشرتی زندگی کے اس خاکے کی تمام جزئیات پر غور کریں تو ہر جزء سے عیاں ہو گا کہ عورت کا دائرہ کار گھر کی چار دیواری کے اندر ہے اور مرد کا چار دیواری کے باہر گویا مخلوط معاشرے سے مکمل اجتناب۔

## عورت کے باہر نکلنے کی شرائط :

کبھی کبھار عورت کو یہ ضرورت لاحق ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی حدود (چار دیواری) سے باہر نکلے۔ایسی صورت میں چونکہ عورت نے کبھی کبھار گھر سے باہر نکلنا ہے لہٰذا اس پر کچھ پابندیاں عائد کی گئیں تا کہ اجنبی مردوں کی نگاہیں اس کی طرف نہ اٹھیں اور کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔وہ پابندیاں مندرجہ ذیل ہیں:

- عورت کسی قسم کی خوشبو لگا کر باہر نہیں جائے گی۔
- بھڑکیلے، چمکیلے، شوخ رنگ کے کپڑے پہن کر باہر نہیں نکلے گی۔
- ایسا زیور نہیں پہنے گی جس کے باہم ٹکرانے سے آواز پیدا ہوتی ہو۔
- پاؤں اس انداز سے زمین پر نہیں رکھے گی اور نہ ہی ایسا جوتا پہنے گی جس سے آواز پیدا ہوتی ہو۔
- اپنی زیب وزینت یعنی کپڑے، زیور، مہندی وغیرہ چھپانے کے لیے ایک بڑی چادر (جلباب) اوڑھ کر نکلے گی۔جلباب معمولی رنگ، معمولی کپڑے کی ڈھیلی ڈھالی اور اتنی لمبی چوڑی ہو گی کہ سر، چہرہ اور پاؤں تک تمام بدن کو ڈھانکنے کا کام

دے سکے۔

○ راستے کے درمیان میں چلنے کی بجائے ایک طرف ہوکر راستہ چلے گی تاکہ مردوں سے ٹکراؤ نہ ہو۔

○ غیر مردوں سے بات کرتے وقت لہجہ ترش اور سیدھا رکھے گی۔ اگر عورتوں سے بات کر رہی ہو اور یہ امکان ہو کہ اسے مرد بھی سن لیں گے تو اپنی آواز دھیمی اور لہجہ صاف رکھے گی۔

○ صرف اشد ضرورت کے تحت ہی گھر سے نکلے گی۔ شوقیہ گھر سے باہر نہیں نکلے گی۔

○ اگر شہر سے دور اور لمبے سفر پر جانا ہو تو کسی محرم مرد کے ساتھ سفر کرے گی۔

## عورت باہر نکلے تو مرد پر پابندیاں :

اگر کوئی عورت باہر نکلے تو مردوں پر بھی کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

○ مرد اپنی نظر عورتوں کی طرف نہیں ڈالیں گے، چاہے عورت حجاب میں ہی کیوں نہ ہو بلکہ اپنی نظریں جھکا لیں گے یا اپنا رخ عورت کی مخالف سمت کر لیں گے۔

○ عورت راستے سے گزر رہی ہو تو مرد ایک طرف ہٹ کر چلیں گے اور عورت کے گزرنے کے لیے راستہ کھلا چھوڑ دیں گے۔

○ عورت کو دیکھ کر کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس سے عورت کی توجہ ان کی طرف مبذول ہو مثلاً اونچا اونچا بولنا، کھنکارنا، گنگنانا، ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈر کی آواز اونچی رنا، پاؤں مار مار کر آواز پیدا کرنا، کپڑے جھاڑنا۔

## مرد پر کسی کے گھر میں جانے کی شرائط:

اگر مرد کو کسی گھر میں جانا پڑ جائے تو اس صورت مرد پر یہ پابندیاں عائد کی گئیں ہیں کہ

○ جب عورت کا کوئی محرم گھر میں موجود ہو اس وقت اس گھر میں جائیں گے۔

○ اگر کچھ لینا یا دینا ہے تو دروازے کے باہر کھڑے ہو کر یہ کام انجام دیں گے۔

○ گھروں کے اندر بلا اجازت داخل نہیں ہوں گے۔

○ گھروں میں داخل ہونے کے بعد بھی نظریں نیچی رکھیں گے اور ان مقامات پر نظر نہیں ڈالیں گے جہاں سے کسی خاتونِ خانہ پر نظر پڑنے کا اندیشہ ہو مثلاً کھڑکیاں اور دروازے وغیرہ۔

○ اگر اچانک عورت سامنے آ جائے یا مجبوراً سامنے آنا پڑ جائے تو اپنی نظر جھکا لیں گے یا دوسری طرف کر لیں نیز اپنے چہرے کو رومال وغیرہ سے ڈھانپ لیں گے تاکہ خواتین ان کے چہرے کو نہ دیکھ سکیں۔

## گھر میں اجنبی مرد آئے تو

## خاتونِ خانہ پر پابندیاں:

اگر گھر میں کبھی ضرورت کے تحت اجنبی مرد آ جائے تو خاتون خانہ مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھے گی۔

- اگر بات کرنا پڑ جائے تو صرف ضرورت کی بات ہی کرے گی۔
- مردوں کے سامنے آنے کی کوشش نہیں کرے گی۔
- سامنے آنا ہی پڑ جائے تو اپنا پورا جسم ڈھانپ کر سامنے آئے گی۔
- اپنا زیور، مہندی، انگوٹھی، چوڑیاں وغیرہ اجنبی مرد سے چھپانے کی کوشش کرے گی۔
- خوب صورت، بااخلاق اور میٹھے لہجے میں بات کرنے کی بجائے صاف اور سیدھے لہجے میں بات کرے گی۔

## نماز میں اختلاط سے بچاؤ:

نماز اسلام کا بنیادی رُکن ہے اس کی تاکید اور مشروعیت سے تقریباً ہر مسلمان واقف ہے۔ بیماری ہو یا تندرستی، سفر ہو یا حضر، بارش ہو یا خوش گوار موسم، سردی ہو یا گرمی، کوئی تقریب ہو یا تنہائی، نماز ہر صورت فرض ہے اور اسے کسی صورت ترک نہیں کیا جا سکتا، سوائے عذر کے یعنی عورت کے ناپاکی کے ایام یا بے ہوشی کی حالت

دے۔

مرد اور عورت کو باہم اختلاط سے بچانے کے لیے مرد اور عورت کے لیے نماز کی شرائط میں نمایاں فرق رکھا گیا ہے۔

نماز مردوں پر جماعت کے ساتھ مسجد میں جا کر ادا کرنا فرض ہے جب کہ عورت پر جماعت اور مسجد میں جا کر ادا کرنے کی پابندی نہیں ہے۔

(دیکھیے سنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ)

البتہ اگر کوئی عورت مسجد میں جا کر نماز ادا کرنا چاہے تو اسے منع نہیں کیا جائے گا لیکن وہ عورت ان تمام شرائط کا خیال رکھے گی جو ایک عورت پر گھر سے باہر نکلتے ہوئے شریعت نے عائد کی ہیں، جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

## عورت خوشبو لگا کر مسجد میں نہ جائے:

زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا شهدت احدا كن المسجد فلا تمسس طيبا: (صحیح مسلم)

”جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آئے تو خوشبو نہ لگائے۔“

چنانچہ عورت کے لیے مسجد میں جاتے ہوئے کسی بھی خوشبو کا استعمال ممنوع ہے۔ وہ خوشبودار تیل، خوشبودار صابن، خوشبودار پاؤڈر یا کوئی اور خوشبودار چیز استعمال نہیں کرے گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے:

**لا تمنعوا اماء اللہ مساجداللہ ولکن ولیخرجن وھن تفلات .**

"اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو لیکن چاہیے کہ وہ ترکِ زینت کے ساتھ مسجد کے لیے نکلا کریں۔" (سنن ابی داؤد ، مسند شافعی ، مسند احمد ، فتاوی برائے خواتینِ اسلام ص:۸۳۷)

اس حدیث کے بارے میں امام خطابی فرماتے ہیں: حدیث میں وارد لفظ **تفلات** ہے۔ **تفل** بدبُو کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے **امراۃ تفلۃ** (ایسی عورت جس نے خوشبو نہ ملی ہو) **نساءٌ تفلات** سے مراد ایسی عورتیں جو خوشبو سے عاری ہوں۔

ابنِ دقیق العید نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے: اس حدیث سے مسجد کا ارادہ کرنے والی عورت کے لیے خوشبو لگانا حرام ثابت ہوا کیونکہ اس سے رغبت و شہوت پیدا ہوگی اور ممکن ہے عورت کی شہوت کی تحریک کا بھی سبب بن جائے۔ اس میں عورت کا اچھا لباس اور وہ زیور بھی شامل ہے جس کا اثر نمایاں ہو اور اس میں بن سنور کر قابلِ فخر ہیئت میں مسجد میں جانا بھی شامل ہے۔

علماء و محدثین نے کہا ہے کہ جب عورت کے لیے مسجد میں معمولی کپڑوں اور پورے حجاب کے ساتھ جانے کی تاکید ہے تو دوسری جگہوں پر جاتے ہوئے بدرجہِ اولیٰ اس کے لیے خوشبو، زیب وزینت اور اچھے کپڑے کا استعمال ممنوع ہے۔

ایک روایت میں خوشبو لگا کر مسجد میں جانے والی عورت کے لیے ان الفاظ میں وعید ہے:

لا تُقبَلُ الصّلوٰۃ لِامْرأۃٍ تطَیّبتْ لِھٰذا الْمَسْجِدِ حتّیٰ ترجِعُ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَھا مِنَ الْجنابَةِ.

''جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آتی ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ واپس گھر جائے اور جنابت جیسا غسل کرے۔''

(ابو داؤد، کتاب الترجل ، باب فی طیب المراۃ للخروج : ٤١٧٤)

## عورت کو گھر میں نماز ادا کرنے کی ترغیب:

گو عورت کے لیے مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے لیکن اس سلسلے میں اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔ ام حمید زوجہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کرنا پسند کرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ عَلِمْتُ اِنَّکِ تحبین الصّلوٰۃ مَعِیَ وصلاتکِ فی بیتکِ خیر من صلاتکِ فی حجرتکِ ، وصَلاتکِ فی حُجرتکِ خَیْرٌ مِن صَلاتکِ فِی دارکِ ، وصَلوٰتکِ فی دارکِ خَیرٌ مِنْ صَلاتکِ فِی مَسْجدیْ .

''میں نے تمہاری نماز کے لیے چاہت و رغبت جان لی مگر تمہارا گھر (کے اندرونی حصے) میں نماز پڑھنا حجرے (کمرے) میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا کمرے میں نماز پڑھنا گھر کے برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا گھر کے برآمدے میں نماز پڑھنا، اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔''

راوی عبداللہ بن سُوید جو ام حمید ساعدی رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں، ان کا بیان ہے کہ اُمّ حمید نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سن کر اپنے گھر کے ایک تاریک گوشے میں نماز کی جگہ مقرر کر لی۔ اللہ کی قسم: وہ ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئیں۔ (مسند احمد: ۳۷۱/۶، ابنِ خزیمہ، ابنِ حبان، امام حاکم بحوالہ پردے کی شرعی حیثیت از مبشر احمد ربانی و فتاویٰ برائے خواتینِ اسلام ص: ۸۳۶)

عورت کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب دینے کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ عورت یہ سمجھ جائے کہ گھر کی چار دیواری ہی اس کے لیے بہترین جائے پناہ ہے اور اسے گھر میں ٹکے رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ گھر سے باہر عام مردوں کی مجالس، گزرگاہوں اور کارگاہوں میں جانے کے لیے۔

## نماز میں صفیں الگ الگ:

رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو یہ اجازت دی ہے کہ اگر وہ مسجد میں جا کر نماز ادا

کرنا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتی ہیں اور مردوں کو چاہیے کہ وہ انہیں مسجد میں جانے سے نہ روکیں۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے مرد وعورت کے اختلاط ہی کے خدشے کے پیش نظر فرمایا:

**خَیرَ صُفوفِ الرِّجالِ اَوَّلُها وَشرها آخِرها ، وَخَیرُ صُفوفُ النّساءِ آخرها وشَرّهَا اوّلها .**

''مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی صف ہے اور سب سے بری صف آخری صف ہے اور عورتوں کے لیے سب سے بہتر آخری صف ہے اور سب سے بری صف پہلی صف ہے۔ (جامع ترمذی حدیث صحیح ۔ صحیح مسلم ، کتاب الصلوۃ ، باب تسویۃ الصفوف اذا قامتھا ...... ٤٤٠)

ابنِ باز رحمہ اللہ اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں: مردوں کی آخری صف چونکہ عورتوں کی صف ہوتی ہے، اس لیے باہم اختلاط، رویت اور ایک دوسرے کی حرکات اور گفتگو سننے کے نتیجہ میں تعلقِ خاطر پیدا ہونے کے خطرات ہوتے ہیں۔ نیز مردوں کی آخری صف اس لیے بری ہے کہ تقدم اور امامت سے ان کی دوری ہو جاتی ہے اور عورتوں سے قربت ہو جاتی ہے جو ذہن وفکر کو مشغول کرتی ہے اور بسا اوقات مردوں کی نماز فاسد اور ان کی نیت وخشوع میں خلل پیدا کر دیتی ہے۔ جب

شارع نے عبادت کی جگہوں میں ان خطرات کا خدشہ ظاہر فرمایا جب کہ اختلاط بھی نہیں پایا جاتا بلکہ عورتوں سے مردوں کی کسی قدر نزدیکی ہی ہوتی ہے تو اختلاط کی صورت کیا ہوگا؟ (ص: ۸۳۷ فتاوی برائے خواتین اسلام)

جب نماز ختم ہوتی تو یہ خیال رکھا جاتا تھا کہ پہلے عورتیں اپنے اپنے گھروں کو واپس چلی جائیں پھر مرد مسجد سے نکلیں چنانچہ ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب عورتیں فرض نماز سے سلام پھیر لیتیں تو اٹھ کھڑی ہوتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے سے قبل اپنے اپنے گھروں کو پہنچ جاتی تھیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ:)

ایک روایت میں ہے کہ عورتیں سلام پھیر کر اٹھ کھڑی ہوتیں اور جو مرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں موجود ہوتے وہ تھوڑی دیر جب تک اللہ چاہتا ٹھہر جاتے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو دوسری مرد بھی کھڑے ہو جاتے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

دراصل مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، وہاں ہر وقت اللہ کی برکات اور رحمت کے فرشتے نازل ہوتے رہتے ہیں۔ مسجدیں زمین پر سوائے اللہ کے ذکر کے اور کسی مقصد کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کو زمین پر اللہ کی سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ فرمایا ہے۔ لہٰذا عورت کو بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ اگر وہ

اللہ کے گھر میں جانا چاہتی ہے تو جا سکتی ہے اور اسے کوئی مرد مسجد میں جانے سے منع نہ کرے لیکن جس طرح ہر دفتر اور ہر سرکاری عمارت میں جانے کے کچھ اصول اور آداب ہوتے ہیں اسی طرح پوری کائنات کے مالک کے گھر میں جانے کے بھی اصول و آداب شریعت نے بتائے ہیں لہٰذا عورت کو چاہیے کہ ان آداب کا خیال رکھے۔

نیز یہ اصول اور آداب اس احتیاط کے پیشِ نظر مقرر کیے گئے ہیں کہ عورتوں اور مردوں میں اختلاط واقع نہ ہو۔

## دونوں کے لیے مسجد کے دروازے الگ الگ:

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد مسجد کی تعمیر کی۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لو کنّا ترکنا ھذا الباب للنّساء.

''اگر ہم یہ دروازہ عورتوں کے لیے چھوڑ دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث روایت کی ہے، چنانچہ وہ فوت ہونے تک کبھی اس دروازے سے نہیں گزرے۔ (المحلی : ۳/۱۱٤)

ابوداؤد طیالسی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا یَلِجْ مِنْ ھذا الباب مِنَ الرِّجالِ احد.

''اس دروازے میں سے مردوں میں سے کوئی داخل نہ ہو۔''

چنانچہ صحابہ اس کا خیال رکھتے تھے۔ اگر کبھی کوئی مرد اس دروازے سے اس وقت گزرتا جب کوئی عورت نہ ہوتی تو بھی بعض صحابہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ مردوں کو اس دروازے سے گزرنے سے سختی سے روکا کرتے تھے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اس دروازے کا نام ہی ''باب النساء'' معروف ہوگیا۔ اب بھی مسجد نبوی میں عورتوں کے لیے پورا حصہ الگ ہے اور دروازے بھی الگ ہیں۔

## عام اجتماعات میں بھی دروازے الگ الگ :

مسجد جیسی پاکیزہ اور عبادت کے لیے مخصوص جگہ کے دروازے الگ الگ کرنے سے یہ پتا چلتا ہے کہ اسلام کسی سطح پر مرد اور عورت کا اختلاط پسند نہیں کرتا۔ نیز جب نماز کے لیے دروازوں پر مرد اور عورت کا اختلاط ممنوع ہے اور ان کے لیے مشترک دروازہ نہیں رکھا جا سکتا تو دیگر اجتماعات کے وقت بھی ایک مسلمان کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ راستے اور الگ الگ دروازے مقرر کریں اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو مردوں اور عورتوں کے داخل ہونے اور نکلنے کے اوقات میں اس قدر فرق ہو کہ دروازے یا راستے میں اختلاط کا موقع پیدا نہ ہو۔

## جمعہ کی نماز:

ایک اجتماعی فرض عبادت ہے۔ یوم الجمعہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ اسے ہفتے میں صرف ایک بار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود شریعت نے اسے بھی عورتوں پر فرض نہیں کیا۔ (دیکھیے سنن ابی داؤد: ۱۰۶۷)

جس کی وجہ یہی ہے کہ جمعہ کا اجتماع عام نمازوں کی نسبت زیادہ بڑا ہوتا ہے لہٰذا اختلاط کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں۔ ہاں! عورت دین کے احکام سیکھنے کے لیے نمازِ جمعہ میں آنا چاہے تو آ سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ ان تمام شرائط کی پابندی کرے جو اسلام نے اس پر باہر نکلنے کے لیے عائد کی ہیں۔

## نمازِ تراویح کا بھی انتظام الگ الگ:

فرض نماز کی الگ الگ جماعت ایک ہی مسجد میں ایک ہی وقت میں نہیں کرائی جا سکتی لیکن تراویح کی جماعت الگ الگ کرائی جا سکتی ہے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رمضان المبارک میں مسجد کے ایک کونے میں عورتوں کو تراویح کی نماز پڑھائیں۔

(المحلّٰی: ۱۱۳/۳۔ بحوالہ فقہِ عمر ص: ۲۷۵، عنوان: حجاب)

عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ جب مردوں اور عورتوں کا عام اجتماع ہو تو عورتوں کے لیے مردوں سے ہٹ کر ایسی جگہ مقرر کی جائے گی جو ایک

کونے میں ہو اور مردوں کا ادھر آنا، ان کی نظر ان تک جانا یا مردوں کی آواز کا عورتوں تک پہنچنا سہل نہ ہو۔ اسی طرح کی آواز، نظر اور پہنچ مردوں تک نہیں ہو سکے گی اور وہ اختلاط سے بچ جائیں گے۔

## وضو کے لیے جگہیں الگ الگ :

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک جگہ دیکھا کہ مرد اور عورتیں ایک ہی حوض پر وضو کر رہے ہیں۔ آپ نے ان کو کوڑے مارے (یعنی ناپسند کیا اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ کی) اور حوض کے مالک کو حکم دیا کہ مردوں کے لیے الگ اور عورتوں کے لیے الگ حوض بنا دے۔ (فقہِ عمر ص:۵۹۸)

ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک کنویں پر کچھ غلام ڈول ڈالے پانی نکال رہے تھے اور ان کے ساتھ ایک لونڈی بھی کنویں میں ڈول ڈالے ہوئے تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا "ہاء" (یہ کلمۂ تعجب ہے آپ کا مقصد یہ تھا کہ یہ تو خطرناک بات ہے کہ ایک لونڈی غلاموں کے درمیان کھڑی ہے) پھر آپؓ نے فرمایا "شاید اس لونڈی کا مالک اس کے پاس جاتا ہو اور پھر اسے غلاموں کے پاس بھیج دیتا ہو جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، خبردار ہو جاؤ اگر اس کی اولاد ہو گئی تو میں اس کو اسی شخص کی طرف منسوب کر دوں گا۔

(سنن سعید بن منصور: ۳/۲/۶۶ بحوالہ الاعتصام جمادیٰ الاخری ۱۴۲۵)

## راستے بھی جدا جدا:

حمزہ بن ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا مرد اور عورتیں راستے میں مل جل گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا:

**فَاسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيقِ.**

''تم پیچھے ہو جاؤ، تمہارے لیے راستے کے درمیان چلنے کا کوئی حق نہیں، تم راستے کے کناروں پر چلو۔'' (سنن ابی دائود، کتاب الادب، باب فی مشاء النساء مع الرجال فی الطریق:)

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ راستہ جو عام گزرگاہ ہے اور ہر انسان کے لیے ہے مرد ہو یا عورت، اس کے درمیانی حصے پر چلنے کا حق مردوں ہی کو حاصل ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ چار دیواری سے باہر کی دنیا اصلاً مردوں کے لیے ہے۔ عورت کبھی کبھار بوقتِ ضرورت ہی ان راستوں سے گزرا کرتی ہے کیونکہ اس کا اصل مقام گھر کی چاردیواری ہے لہٰذا جب وہ ان راستوں سے گزرے تو اسے چاہیے کہ وہ راستے کے ایک طرف ہو کر چلے تاکہ مردوں سے اختلاط نہ ہو، عورت کی طرف دونوں جانب سے مردوں کی نظریں نہ اٹھیں بلکہ اسے ایک طرف سے دیوار کی

اوٹ مل جائے۔

مندرجہ بالا حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کے بعد عورتیں دیواروں کے ساتھ اس طرح سمٹ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔

صحابیات کے راستہ چلنے کے اس طریقے سے آج کی مسلمان عورتوں کے لیے راہ چلنے کے اسلامی آداب کا بھی پتا چلتا ہے۔ نیز یہ کہ شریعت یہ پسند نہیں کرتی کہ عورت مرد کے دائرۂ کار میں سے اس کی کسی جگہ پر قبضہ کرے جب کہ آج کل عورت نے مرد کے ہر ایک کام پر قبضہ کر لیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ مرد بے روزگاری کی وجہ سے خودکشی کر رہے ہیں اور عورتیں دفاتر اور فیکٹریوں میں ان کی جگہوں پر غاصبانہ قبضہ جمائے ہوئے ہیں جو شریعت کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

## الگ الگ مجلسیں :

اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے منع کرتے ہوئے اہلِ ایمان سے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ

''اے ایمان والو! کوئی بھی مرد کسی مرد سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ

ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ممکن نہ ہے کہ وہ (عورتیں جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے) ان سے اچھی ہوں۔" (الحجرات : ۱۱)

چونکہ مسلمان معاشرے میں اجنبی مردوں اور عورتوں کی مخلوط مجالس کا کوئی تصور نہیں لہذا یہ حکم نہیں دیا کہ مرد عورتوں کا یا عورتیں مردوں کا مذاق نہ اڑائیں بلکہ یہ فرمایا کہ مرد مردوں کا مذاق نہ اڑائیں اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں کیونکہ عورتوں نے عورتوں کی مجالس میں بیٹھنا ہے اور انہی کی عادات اور گفتگو کو دیکھنا سننا ہے لہذا وہ اگر مذاق اڑائیں گی تو عورتوں ہی کا اڑائیں گی۔ یہی حال مردوں کا ہوگا ۔ حالانکہ منع مطلقاً اس طرح بھی کہہ کر کیا جا سکتا تھا کہ کوئی کسی دوسرے کا مذاق نہ اڑائے ۔ جہاں اس آیت میں مذاق اڑانے سے روکنا مقصود ہے وہاں یہ بات ذہن نشین کرائی گئی کہ عورتیں عورتوں ہی میں...... اور مرد مردوں میں اپنا اٹھنا بیٹھنا رکھا کرتے ہیں اور اسی کی پابندی کیا کریں۔

## جداگانہ علمی مجلسیں :

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مرد تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن جاتے ہیں۔ ہمارے لیے بھی اپنی طرف سے ایک دن مقرر فرما دیجیے تا کہ ہم اس دن جمع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے اس میں سے کچھ ہم کو بھی سکھا دیا کریں

چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے لیے ایک دن مقرر فرما دیا۔

(صحیح مسلم ، کتاب البر والصلہ والآداب ۔ صحیح بخاری ، کتاب العلم : )

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اگر ایسا نہ ہوتا یہ خاتون اس کے بارے میں اتنی فکرمندی کا اظہار نہ کرتیں اور نہ نبی ﷺ اس کا اہتمام کرتے۔

دوسرے یہ کہ مسلمان عورتیں شریعت کے احکامات کی رُو سے یہ جانتی تھیں کہ عورتوں کا مردوں کی مجالس میں جا کر بیٹھنا درست نہیں لہٰذا مرد تو رسول اللہ ﷺ سے خوب استفادہ کرتے لیکن عورتیں اس سعادت سے محروم رہ جاتی تھیں۔ چنانچہ عورتوں نے اپنی محرومی اور مشکل کا حل خود سوچا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور حل نکل آیا۔ نہ صرف ان صحابیات کے لیے بلکہ دنیا کی ہر مسلمان عورت کے لیے اور وہ یہ کہ علماء و حضرات پردے کے پیچھے رہ کر مسلمان عورتوں کو دین کی تعلیم یا کسی دیگر ضروری علم و ہنر کی تعلیم دے سکتے ہیں۔

## جداگانہ تعلیمی ادارے :

ایک اسلامی ملک میں جداگانہ تعلیمی اداروں کا قیام ملک کی بنیادی ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود عورتوں کو تعلیم کے لیے مردوں سے الگ الگ ایک دن مختص کیا تھا۔ عید کے روز آپ نے خواتین کے حصے کی طرف جا کر انہیں وعظ و

نصیحت کی، جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ تعلیمِ دین حاصل کرنا عورت پر بھی مرد ہی کی طرح فرض ہے۔عورتوں کے سرپرستوں کو، علماء کو اور سربراہِ مملکت کو اس کا مناسب جداگانہ انتظام کرنا چاہیے تاکہ خواتین علم جیسی قیمتی متاع سے بے بہرہ نہ ہوں۔

ہمارے ملک میں صرف دینی تعلیم کے ادارے جداگانہ بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔ دنیوی تعلیم کے ادارے مخلوط تعلیمی اداروں ہی کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور اقوامِ متحدہ مخلوط اداروں کے قیام کے وعدے پر ہی قرض مہیا کر رہی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ملک میں فحاشی، بے حیائی اور کجروی مغرب ہی کی طرح دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ (اس موضوع پر تفصیل کے لیے دیکھیے راقمہ کا کتابچہ مخلوط تعلیم مطبوعہ مشربہ علم وحکمت)

## نمازِ عید کا اجتماع الگ الگ:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی طرف آئے اور ان کو وعظ و نصیحت کی۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگا کر کھڑے رہے اور بلال اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کی اشیاء ڈال رہی تھیں۔

ابنِ جریج اس حدیث کے راوی کہتے ہیں میں نے عطاء ابن ابی رباح (جنھوں نے یہ حدیث بیان کی) سے پوچھا کیا یہ صدقہِ فطر تھا؟ انہوں نے جواب

دیا: نہیں، یہ اس کے علاوہ صدقہ تھا جو عورتیں عید کے دن کیا کرتی تھیں ۔ ابن جریج کہتے ہیں! میں نے کہا: کیا آپ کا خیال ہے کہ امام کے لیے لازم ہے کہ وہ عورتوں سے صدقہ وصول کرے اور ان کو وعظ کرے ۔ عطاء ابن ابی رباح نے فرمایا: ہاں! یہ اماموں پر ضروری ہے نا معلوم وہ ایسا کیوں نہیں کرتے ۔

(صحیح بخاری کتاب العیدین)

## عورتوں کو عید کی نماز پڑھنے کی تاکید:

عورت کے گھر سے نکلنے کی عام حالات میں یہ حوصلہ افزائی نہیں کی گئی اور مقصد صرف ایک ہے کہ عورت مرد کی کارگاہ سے الگ رہے لیکن عیدین کی نماز یا اس کے اجتماعات میں شرکت کے لیے عورتوں کو بھی تاکید کی گئی ہے۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

**اُمِرنا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نخرجھن فی الفطرِ والاضحی والعواتِق والْمُحَیَّضَ وذاواتِ الْخُدورِ فامّا الْحُیَّضُ فیَعْتَزِلْنَ الصَّلٰوۃِ ویشْھدْن الخیرَ دعوۃَ المسلمینَ . قلت! یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم احدانا لایکونُ لھا جِلبابٌ ، قال :لِتَلْبِسَھا اُخْتُھا مِنْ جِلْبابِھا .**

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم عورتوں کو حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں جوان

عورتوں، حیض والیوں اور پردہ والیوں کو (عید گاہ) لے جائیں، حیض والی عورتیں نماز والی جگہ سے دور رہیں اور کارِ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں۔" میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ اگر کسی عورت کے پاس بڑی چادر نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اسے اس کی بہن چادر اوڑھا دے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰة، باب صلوة العیدین، ح: ۱۹۵۶)

اسی حدیث سے یہ پتا چلتا ہے کہ عورت کو عید گاہ میں ضرور جانا چاہیے اگر اس کے پاس حجاب کرنے کے لیے کوئی کپڑا نہ ہو تو وہ کسی دوسری خاتون سے لے سکتی ہے اور اس خاتون کو بھی انکار نہیں کرنا چاہیے کہ حجاب کر کے باہر نکلنا عورت کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عید کے اجتماع میں خواتین کی شرکت کا یہ مقصد بتایا کہ وہ اجتماعی دعا میں شامل ہوں نیز اس کارِ خیر میں تمام مسلمانوں کے ساتھ ان کا نام بھی لکھا جائے گا، وہ خطبہ سن کر شرعی احکامات سے آگاہ ہوں گی۔ نیز عید کا اجتماع جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی زیادہ دشمن پر مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ قائم ہوگا۔

## نکاح کی مجالس میں بھی اختلاط سے اجتناب:

نکاح زندگی کا بظاہر ایک اہم موڑ ہوتا ہے۔ مرد اور عورت نے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی بھر ایک دوسرے کے ساتھ نباہ کرنے کی اہم ذمہ داری اٹھانا ہوتی ہے۔

چونکہ عورت کا دائرہ کار بیرونی دنیا سے ہے ہی نہیں، نہ وہ مردوں کو جانتی ہے، نہ ان سے اس کو عموماً کوئی سابقہ پڑتا ہے، لہٰذا وہ ان کی عادات سے بھی ناواقف ہوتی ہے، اس لیے شوہر کے انتخاب کا معاملہ کنواری لڑکی پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کے اولیاء کو پابند کیا گیا کہ وہ لڑکی کے لیے مناسب رشتہ تلاش کریں اور نکاح کے دیگر معاملات میں شوہر اور اس کے خاندان والوں سے بات طے کریں۔

اگر عورت مطلقہ ہو یا بیوہ ہو تو اس کے لیے اجازت ہے کہ وہ اپنا معاملہ از خود طے کر سکتی ہے لیکن نکاح کی مجلس میں حاضر ہونے کی اجازت اس کو بھی شریعت نے نہیں دی۔

نہ ہی کنواری لڑکی نکاح کے وقت مجلسِ نکاح میں حاضر ہو سکتی ہے۔

اس موقعے پر عموماً کچھ یا کئی مرد حضرات بھی شامل ہوتے ہیں۔ دو گواہ، دلہا، نکاح خواں اور عورت کا سرپرست پانچ مردوں کی موجودگی تو لازماً ہوگی۔ پھر بھی اسے مجلسِ نکاح میں آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

## جج عورت کے گھر جائے گا:

عدالتی امور اور خرید و فروخت کے معاملات میں عورت کو گواہ بننے کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ عدالتی امور اور گواہی کے لیے عورت کو اپنے مرکز یعنی گھر سے باہر نکلنا پڑے گا نیز نامحرموں سے اس کا واسطہ پڑے گا، ممکن ہے عین

گواہی کے وقت وہ بھی طبی لحاظ سے کسی تکلیف کے ایام میں ہو۔لہٰذا اس عورت ہی کی سہولت، ہمدردی اور اسے اختلاط سے بچانے کے پیشِ نظر یہ قانون بنایا گیا کہ اگر کسی مقدمے میں عورت کی گواہی یا بیان لینا ناگزیر ہو جائے تو جج خود اس شریف اور حیادار عورت کے گھر جائے گا اسے عدالت میں نہیں بلائے گا۔ یہ عورت کا وہ اعزاز ہے جو دنیا کے کسی اور مذہب یا معاشرے میں کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ نیز عدالتوں میں جرح اور پوچھ گچھ کے جو انداز ہوتے ہیں وہ مردوں کے لیے تو مناسب ہیں لیکن عورتوں کی نزاکت، فطرت اور حفظِ عزت وحرمت کے لیے قطعی موزوں نہیں۔

دو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوئے۔ان دونوں میں سے ایک نے آپؐ سے عرض کیا کہ میرا کنوارہ لڑکا اس کی بیوی سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے، آپؐ اللہ کے حکم کے مطابق اس کا فیصلہ کر دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائیں جائیں گی اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے گا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے انیس نامی ایک صحابی کو عورت کے متعلق حکم دیا:

اعذ علی مراۃ ھذا فسألها فان اعترفت فارجمها فاعترفت فرجمها .

”جاؤ اس (دوسرے) شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اور اس سے دریافت کرو، اگر وہ اپنے جرم کا اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دو، چنانچہ اس عورت نے اعتراف کر لیا اور انہوں نے اس کو سنگ سار بھی کیا۔“ (بخاری، کتاب المحاربین من اهل الکفر الردة ـ مسلم، کتاب الحدود، باب حد زنا)

غرض اس قدر اہم اور سنگین مقدمہ کے باوجود آپ ﷺ نے یہ پسند نہیں کیا کہ عورت کو بلا کر اس سے تفتیش کی جائے بلکہ آپ ﷺ نے اپنے نمائندے کو تحقیقِ مقدمہ کے لیے اس کے گھر بھیجا۔ امام نسائیؒ نے مندرجہ بالا حدیث اپنی سنن میں بیان کر کے یہ باب باندھا ہے، **صوٴن النساء عن مجلس الحکم**: عدالتی مجلسوں سے عورتوں کو بچانا۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ محدثین بھی عورتوں کو عدالتی مجلسوں میں نہ بلانے ہی کو شرعی حیثیت سے جانتے تھے۔

# الگ الگ عدالتی مجلسیں

قرآن و سنت میں موجود مخلوط معاشرے سے اجتناب اور عورت کے چار دیواری میں ہی تمام امور نبٹانے کے دلائل سے فقہا نے یہ اصول مستنبط کیا ہے کہ عورتوں کے لیے قاضی مردوں سے الگ عدالتی مجلس منعقد کرے گا اور اگر ایسا معاملہ ہو جس کا تعلق مردوں اور عورتوں دونوں سے ہو تب بھی ان کے لیے الگ الگ مجلس منعقد کرے گا۔ (الاحکام ص: ۳۲۳ از ابو العباس احمد بن ادریس قرآنی مالکی، حواشی شیخ عبد الفتاح الفدہ)

## گھریلو معاملات میں عورت کی گواھی معتبر ھے:

جس طرح گھر سے باہر کے معاملات اصلاً مرد کے دائرہ کار میں آتے ہیں اسی طرح گھر کی چار دیواری کے اندر پیش آنے والے امور میں سے اکثر کا تعلق خواتین سے ہوتا ہے۔ مثلاً رضاعت اور ولادت وغیرہ لہٰذا ان امور میں عورت کی گواہی پر اعتماد کیا جائے گا اور صرف ایک عورت کی گواہی بھی قابلِ قبول ہوگی۔ کیونکہ گھر

پیش آنے والے امور کے بارے میں بہتر جانتی ہے۔

ابوسروعہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اِھاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا تو ان کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا "میں نے عقبہ کو اور اس لڑکی کو جس سے اس نے نکاح کیا ہے دودھ پلایا ہے۔ (لہٰذا دونوں رضاعی بہن بھائی ہوئے) عقبہ نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ ہی تو نے مجھے اس بارے میں کبھی بتایا ہے۔ چنانچہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ نکاح کیوں کر قائم رہ سکتا ہے جب کہ ایک بات کہی گئی ہے۔ پس عقبہ نے اس لڑکی سے جدائی اختیار کر لی اور اس لڑکی نے عقبہ کے علاوہ کسی اور سے نکاح کر لیا۔(بخاری ، کتاب العلم ، باب حلة فی المسئلة النازلة ، ح: ٨٩)

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی عورت کی گواہی پر دونوں میں جدائی کرا دی۔

## حج میں بھی حتی الامکان اختلاط سے پرہیز:

اگر مرد و عورت کے مخلوط اجتماع کا کچھ اشارا یا جواز ملتا ہے تو وہ حج کا موقع ہے کیونکہ دورانِ حج ایک ہی وقت میں تمام مردوں اور عورتوں نے ایک ہی جگہ پر حاضری دینا ہوتی ہے نیز یہ اجتماع عہدِ رسالت میں ایک لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل

تھا جب کہ دورِ حاضر میں تقریباً ۵۰ لاکھ افراد کا اجتماع ہوتا ہے اور مستقبل قریب میں اس سے بھی بڑے اجتماعات ہوا کریں گے۔

حج کا یہ اجتماع بہ ظاہر مخلوط ہوتا ہے لیکن اس میں بھی مرد و عورت کے باہم اختلاط کو روکنے اور ایک دوسرے کی طرف مائل ہونے کے محرکات پر بہت سی پابندیاں اور احتیاطی تدابیر عائد کردی گئی ہیں۔ مثلاً

مرد و عورت کے لیے حالتِ احرام میں ہر قسم کی زیب و زینت ممنوع ہے، بال بنانا، خوشبو لگانا منع ہے۔ احرام خود فقیرانہ لباس ہوتا ہے جسے مرد استعمال کرتا ہے۔ جب کہ عورت پورا ساتر لباس پہنتی ہے لیکن وہ بھی معمولی اور سادہ، جاذبِ نظر یا زیب و زینت کا لباس پہننا حج و عمرہ کی حالت میں اس کے لیے بھی ممنوع ہے۔ عورت دورانِ حج اپنا پورا جسم چھپانے کی پابند ہے البتہ دستانے اور سلا ہوا نقاب نہیں پہن سکتی۔ وہ اپنا چہرہ مردوں کی موجودگی میں چادر، دوپٹے یا رومال سے چھپائے گی۔ جیسا کہ فاطمہ بنتِ منذر روایت کرتی ہیں کہ ہم نے اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ حج کیا تو وہ حالتِ احرام میں غیر مردوں سے پردہ کرتی تھیں۔ (مؤطا امام مالك ۱۳۰، ۱/۳۲۸ تفصیل کے لیے دیکھیے کتابچہ: حج میں چہرے کا پردہ، مطبوعہ مشربہ علم وحکمت)۔

اجنبی مرد و عورت کا ارادۃً ایک دوسرے کی طرف دیکھنا حرام ہے لیکن دورانِ

حج اس کی حرمت مزید بڑھ جاتی ہے گو اجتماعِ عام ہونے کی وجہ سے اس میں کچھ لچک بھی ہو سکتی ہے لیکن نظر پڑ جائے تو بھی دل میں کوئی جنسی میلان یا تحریک پیدا کرنا یا اپنے نفس کو اس تحریک میں مشغول رہنے دینا جائز نہیں یہاں تک کہ میاں بیوی میں بھی باہمی قربت اور اس کے مظاہر میں سے کسی کو بھی راہ دینا ممنوع ہے، رب کریم نے فرمایا:

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ . (البقرة : ١٩٧)

''حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کریں نہ کوئی برا کام کریں، نہ جھگڑا کریں۔''

اگر ہجوم زیادہ ہو جائے تو اختلاط سے بچنے کے لیے عورتوں کے لیے بعض رعایتیں رکھی گئی ہیں مثلاً ہجوم میں وہ حجر اسود کا بوسہ نہیں لے گی۔ اس کی طرف سے اس کا محرم رمی جمار کرے گا۔ مزدلفہ سے گو صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ کی جانب جاتا ہوتا ہے لیکن عورتیں اور بچے رات ہی کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جا سکتے ہیں۔ عورت کی طرف سے اس کا محرم مرد ہی منیٰ میں قربانی کا اہتمام کرتا ہے۔

طواف کے دوران مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ صف بندی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سعی میں بھی مردوں اور عورتوں کی قطاریں الگ الگ ہوتی ہیں۔

حج میں عورت کے لیے محرم مرد کی معیت کی شرط رکھی گئی ہے تاکہ عورت غیر مردوں میں گھر جانے سے بچی رہے، نیز محرم مرد کی موجودگی اسے غیر مردوں کی نظروں اور دھکم پیل سے بچانے کا ذریعہ بنے گی۔

ان سب کے باوجود اگر کچھ بے احتیاطی ہو جائے تو معذوری کی بنا پر اس میں کوئی حرج نہیں۔ حج چونکہ سال میں صرف ایک بار کیا جاتا ہے اور اکثر حج پر جانے والے زندگی میں، ایک یا دو بار ہی جاتے ہیں لہٰذا سوائے اپنے علاقے کے لوگوں کے مرد و عورت میں باہم واقفیت، بات چیت یا کسی جنسی داعیے کا پایا جانا امرِ محال ہوتا ہے۔ حج میں چونکہ ہر شخص اپنی ہی ذات میں الجھا ہوتا ہے اور انتہائی تیزی سے لاکھوں کے اجتماع میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ہوتا ہے اس لیے کسی اضافی سوچ کا ذہن میں آنا ہی محال ہوتا ہے۔ لباس کی یکسانیت کی وجہ سے مخصوص شکل کے آدمی کا بار بار نظر آنا بھی ناممکن ہوتا ہے۔

اگر پھر بھی کسی کی نیت میں فتور آ جائے تو اس بدبخت کا پورا حج ربِّ کریم کی طرف سے مسترد ہو جاتا ہے، نیز اسے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حرمت والے شہر میں، حرمت والے مہینے میں اور عین حج کے ایام میں احرام کی حالت میں اگر دل میں بد نیتی کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں تو یہ بدترین گناہوں میں سے ہے۔

# جہاد صرف مردانہ ذمہ داری

جہاد کی اہمیت اور فرضیت ایک مسلّمہ امر ہے۔ قرآن حکیم میں تقریباً ایک تہائی حصہ جہاد ہی کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود اسے عورتوں پر فرض نہیں کیا گیا۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے لیے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے۔ دوسرے مسلمان مردوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے۔ تیسرے کافر مردوں سے مڈ بھیڑ ہوتی ہے۔ چوتھے عورت کی جسمانی ساخت اس کی متحمل ہی نہیں ہو سکتی ہے کہ وہ اسلحہ اٹھا کر دشمن کے مقابلے کے لیے میدانوں، پہاڑوں، جنگلوں، دریاؤں اور سنگلاخ و دشوار راہوں کو طے کرے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

**عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ ؟ قَالَ نَعَمْ عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لا قِتَال فِيهِ ، اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةَ .**

(سنن ابنِ ماجه ، كتاب المناسك ، باب الجهاد النساء ، رقم الحديث : ۲۰۹۱)

"کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان پر بھی جہاد فرض

ہے لیکن لڑائی والا جہاد نہیں، ان کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔"

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یَخلُونَّ رجلٌ بامراۃٍ اِلّا مع ذو مَحْرِمٍ.

"کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ ملے اگر محرم ساتھ ہو پھر ٹھیک ہے۔" ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا:

انّ امْرَاتِی خَرَجَتْ حاجَّۃً واکتُتِبْتُ فی غزوۃٍ.

"میری بیوی حج پر جا رہی ہے اور میرا نام جہاد میں شامل ہے۔" آپؐ نے فرمایا:

اَرْجع فَحُجَّ مع امرأتِکَ.

"تو اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جا" (کتاب الحج، مسلم، عن ابنِ عباس، بخاری، کتاب النکاح : ۵۲۳۳)

بعض خواتین نے غزوات میں شرکت کی ہے لیکن اس میں یہ خیال رکھا گیا کہ اس غزوے میں ان کا محرم بھی موجود ہو۔ دوسرے یہ محدود تعداد میں خواتین تھیں۔ تیسرے وہ عملاً تلوار اٹھانے کی بجائے پیچھے رہ کر خیموں میں مجاہدین کے لیے خوراک کا انتظام اور زخمیوں کی دیکھ بال کرتی تھیں۔ البتہ جب کبھی ضرورت پیش آجاتی تو وہ عملاً اپنے دفاع کے لیے اور اپنے قیدی مسلمانوں کو چھڑانے کے

لیے تلوار بھی اٹھا لیتی تھیں ۔ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی ۔ میں ان کے خیموں کے پیچھے رہتی، ان کے لیے کھانا تیار کرتی ، زخمیوں اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی ۔

(مسلم ، کتاب الجهاد ، باب النساء الغازیات : ١٨١٢ ـ سنن ابنِ ماجه ، کتاب الجهاد : ٢٨٥٦)

یاد رہے کہ عورتوں کا ان غزوات میں شریک ہونا ایسے ہی تھا جیسے کوئی شخص لمبے سفر کے لیے جائے اور ساتھ اپنے بیوی بچوں کو بھی لے جائے ۔ ظاہر ہے وہاں اپنی اقامت کے لیے کمرہ بنائے گا یا خیمہ لگائے گا اور اس میں بیوی بچوں کو رکھے گا ۔ خود بھی اپنی بیرونی ذمہ داری پوری کر کے گھر ہی میں آرام کرنے آئے گا ۔ یہ صورت ایسی نہیں کہ جس پر یہ کہا جا سکے کہ عورتیں مردوں کے دوش بدوش میدانِ جنگ میں یا مورچوں میں یا گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر یا ٹینکوں ، جیپوں اور لڑاکا طیاروں میں عملاً جنگ لڑتی رہیں ۔

اسلام اس صورت عورت کو جنگ میں شمولیت کی قطعًا اجازت نہیں دیتا ۔ ہاں جب مقامِ جنگ دور ہو اور مرد یہ محسوس کریں کہ عورتوں کو ساتھ لے جا کر پیچھے اقامت گاہوں میں رکھا جائے اور ان کی گھریلو کاموں کی مہارت اور مدد سے فائدہ اٹھایا جائے تو یہ درست ہے جیسے آج کل بیماروں اور زخمیوں کو ہسپتالوں میں

بھیج دیا جاتا ہے تب ہسپتال کی بجائے گھر ہوتے تھے۔ ایسی صورت جنگ جو مرد میدانِ جنگ میں رہتے اور عورتیں، بچے، کمزور مرد یا عذر والے پیچھے اقامت گاہوں میں رہ کر ان زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے۔ نیز فوج کی دیگر ضروریات کی فراہمی کے سلسلے میں ان کی مدد کرتے۔

## میت کی تدفین اور عورتوں کے لیے حکم:

میت کی تدفین سے متعلق تمام امور کا تعلق مرد سے ہے، عورت پر اس قدر ذمہ داری ہے کہ عورت میت ہو تو اس کو غسل اور کفن وغیرہ دے۔ جب کہ شریعتِ اسلامیہ نے قبر کی کھدائی، جنازہ لے کر جانا، نمازِ جنازہ ادا کرنا، میت دفن کرنا یہ سب امور مرد کے ذمے لگائے ہیں کیونکہ ان سب امور کا تعلق گھر کی چار دیواری سے نہیں بلکہ باہر کی دنیا سے ہے اور باہر کی دنیا کا منتظم اور کارکن مرد ہے۔ شریعت نے عورت پر بوجھ ڈالا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی پسند نہیں کیا کہ عورتیں جنازے کے ساتھ جائیں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

نُهِينَا عَنْ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا.

"ہمیں جنازوں کے ساتھ چلنے سے روک دیا گیا لیکن اس معاملے میں ہم پر سختی نہیں کی گئی۔" (صحیح بخاری، کتاب الجنائز)

## مرد کے عورتوں میں گھس کر بیٹھنے کی ممانعت:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''اگر میرے گھر میں شیطان ہم نشین ہو تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ نامحرم عورت میری ہم نشین ہو۔ (آثارِ ابی یوسف فقہ عبداللہ بن مسعود ص:۲۰۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**لا تَلِجوا علی المغیبات فاِنَّ الشیطٰن یجری احدُکم مجری الدم.**

''جن عورتوں کے پاس محرم مرد نہ ہوں (ضرورت کے وقت بھی) ان عورتوں کے پاس مت جاؤ کیونکہ شیطان آدمی کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب السّلام، سنن ترمذی، کتاب النکاح)

عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک مرد اجنبی عورتوں کے درمیان گدا بچھا کر بیٹھا ہوا عورتوں کی باتیں دل چسپی سے سن رہا تھا، ایک آدمی کا ادھر سے گزر ہوا، اس شخص نے اس کو اتنا مارا کہ وہ زخمی ہو گیا۔ زخمی ہونے والا شخص اپنی شکایت لے کر عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس آدمی نے مارا تھا، اس نے کہا: ''یہ

شخص اجنبی عورتوں میں بیٹھا دلچسپی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے قابو نہ رہا (کیونکہ یہ شخص ایک کمینی حرکت کر رہا تھا) اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے مارنے والے شخص کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس کا یہ عمل سراہتے ہوئے فرمایا:

**امّا انتَ ایُّھا انصاربُ فیَرحَمُکَ اللّٰہ و امّا انُتَ ایُّھا المضرُوبُ فَاَصابُتکَ عینٌ مِن عُیون اللّٰہ .**

''اے مارنے والے اللہ تجھ پر رحم کرے اور اے مارے گئے تجھے اللہ کی آنکھوں میں سے ایک آنکھ پہنچ گئی ہے۔''

(مصنف عبدالرزاق : ١/٤١٠ فقہِ عمر ، عنوان حجاب ص: ٣٧٥)

عمر رضی اللہ عنہ نے مارنے والے شخص کو حق پر قرار دیا اور اسے مارنے پر کوئی سزا نہیں دی اور جس شخص کو مارا گیا تھا اسے سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے نگران میں سے ایک نگران نے تجھے اس حالت میں دیکھ لیا۔

اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں بھی کوئی منکر (برا کام) ہوتے دیکھے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ یا اپنی زبان سے روکے۔ نیز جہاں مردوں اور عورتوں کا اختلاط نظر آئے فوراً اس پر نکیر کرے تا کہ معاشرے میں بے حیائی اور بد اخلاقی جراثیم نہ پھیلیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد ولیمہ کیا تو ابھی حجاب کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ ولیمے کی دعوت کھا کر کچھ مرد آئے آپ ﷺ گھر میں بیٹھے باتوں میں لگ گئے ۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو ناگوار گزری لیکن لحاظ کے بارے انہیں کچھ نہیں کہا، بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آیات نازل کر کے اہلِ ایمان کو حجاب کا حکم دیا۔

## عام تقریبات بھی الگ الگ :

دورِ حاضر میں بھی عام تقریبات میں مرد اور عورتیں ایک ہی جگہ پر بٹھائے جاتے ہیں نیز نہ عورتیں حجاب کرتی ہیں اور نہ ہی مرد احتیاط کرتے ہیں، شرعاً ایسی تقریبات کا انعقاد ہی حرام ہے اور ان میں شمولیت کرنا بھی درست نہیں، البتہ جن تقریبات میں مردوں اور عورتوں کی مجلسیں الگ الگ ہوں ان میں شرکت کی جا سکتی ہے۔

لوگ اکثر یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ الگ الگ انتظام کرنا مشکل ہے یا اس کے اخراجات زیادہ ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے عرض ہے کہ ہماری موجودہ دور کی تمام تقریبات نہ فرض ہیں، نہ واجب، بلکہ ہم اپنی خوشی سے اور اپنی مرضی سے ان کا انعقاد کرتے ہیں اسلام نے ہمیں ان کے لیے نہ تو حکم دیا نہ مجبور کیا۔

اسلام نے صرف عیدین کے اجتماع میں شرکت کے لیے مردوں کو بھی نماز ادا کرنے کا پابند کیا ہے اور عورتوں کو خاص تاکید کی ہے کہ وہ عیدین کی اجتماعی دعا میں شرکت کریں، خطبہ سنیں اور کارِ خیر میں شریک ہوں۔ نیز رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں اس کا انداز یہی تھا کہ مرد الگ تھے اور خواتین کا ان سے ہٹ کر الگ انتظام کیا گیا تھا۔

عام تقریبات میں عورتوں اور مردوں کے آنے اور جانے کے دروازے اور راستے الگ الگ رکھے جائیں تا کہ اختلاط نہ ہو، جس کی دلیل مسجد نبوی کے الگ الگ دروازے سے ملتی ہے۔

## عام عمارات اور عوامی جگھیں بھی الگ الگ:

مسلمان سربراہِ مملکت ہو یا امیرِ شہر یا کوئی عوامی جگہ تعمیر کرنے اور اس کا نقشہ بنانے اور اس کے جملہ امور کا منتظم اور نگران، سب کا اپنی اپنی جگہ یہ فرض ہے کہ وہ عورتوں اور مردوں کے لیے ان جگہوں میں الگ الگ اور باپردہ انتظام کریں۔

جیسے انتظار گاہیں، بیت الخلاء، دفاتر، پٹرول پمپ، ہوٹل، ہسپتال، کنویں، وضو کی جگہیں، پارک، بس اسٹاپ، شادی گھر، ریلوے اسٹیشن، ہوائی جہاز میں نشستوں کا انتظام وغیرہ سب جگہ دونوں کے لیے اس طرح جدا جدا جیسے بنائے جائیں کہ

دونوں میں نہ تو اختلاط ہو اور نہ ہی نظر اور آواز کے فتنوں کا کوئی امکان ہو۔

الحمدللہ سعودی عرب میں ہر عوامی جگہ پر عورتوں اور مردوں کے لیے الگ الگ انتظام ہے۔ پاکستان میں بھی جزوی طور پر ایسی کچھ جگہیں ہیں۔ جہاں مردوں اور عورتوں کا الگ الگ انتظام کیا گیا ہے۔

## سربراہِ مملکت کا فرض :

اسلامی حکومت کے سربراہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ملک کی کسی بھی جگہ یا کسی بھی سطح پر مخلوط ماحول نہ بننے دے اور جہاں بھی اس قسم کا منظر نظر آئے تو فوراً سرزنش کر کے حکماً اسے منتشر کر دے۔

جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعض اقدامات مخلوط معاشرے سے بچنے کے لیے حکماً کیے۔ اگر کوئی سربراہ ایسا نہیں کرتا تو وہ اپنے ملک کے عوام میں فتنہ پھیلانے کا باعث بنے گا جب کہ اللہ نے اسے فتنے ختم کرنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

## عورت کا جلوس نکالنا:

اللہ تعالیٰ نے عورت کو گھر میں ٹکے رہنے کا حکم دیا ہے اور اشد ضرورت کے بغیر اسے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی، نماز اور حج جیسی اہم عبادات میں بھی بہت سی شرطوں کے ساتھ اسے اجازت دی گئی ہے۔

جب کہ دورِ حاضر میں جلوس نکالنا مغربی طرزِ سیاست کا ایک حصہ ہے، اسلامی طرزِ سیاست اس کا کوئی میل نہیں ہے۔لٰہذا عورت کے لیے سڑکوں پر جلوس نکالنا، نعرے لگانا، پلے کارڈ اور بینر پکڑ کر سڑکوں پر مارچ کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔گزشتہ سطور میں جتنے بھی حوالے دیے گئے وہ سب ایسے کاموں کی نفی کرتے ہیں۔

## مخلوط معاشرے کے مغرب پر اثرات :

مغربی معاشرہ چونکہ مسلمان ہی نہیں اس کا اللہ پر ایمان ہے نہ آخرت میں دوبارہ اٹھنے کا یقین، لٰہذا اس نے وہ تمام حدود توڑ دی ہیں جو کسی معاشرے میں اخلاق کی اعلیٰ اقدار کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔انہوں نے عورت کو آزادی دینے کے نام پر ہر جگہ اجنبی مردوں کے درمیان لا کھڑا کیا ہے، چنانچہ فوج، پولیس، عدلیہ، دفاتر، دکانیں، ہسپتال، انجینئر نگ، سیاست، فیکٹریاں، زرعی فارم، مویشی فارم، تعلیم، صنعت وحرفت، آرٹ، سائنس، غرض کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں جس میں عورت مردوں ہی کی طرح مردوں کے ساتھ ساتھ شامل نہ ہو، اس صورتِ حال نے مغربی دنیا کو درہم برہم کردیا ہے۔مخلوط ماحول کی وجہ سے وہاں ناجائز بچوں کی

تجربے کر رہے ہیں۔ مائیں بچے کو پیدا ہوتے ہی یا تو گٹر میں پھینک دیتی ہیں یا نرسنگ ہوم کے سپرد کر دیتی ہیں۔ رہے باپ تو وہ بچوں کی ذمہ داری اٹھاتے ہی نہیں۔ ماں بیٹے، بہن بھائی، باپ بیٹی، استاد شاگرد کے رشتوں کا تقدس ختم ہو چکا ہے۔ وہاں لوگ اپنے بچوں کی بجائے کتوں اور بلیوں کو زیادہ شفقت، محنت اور دولت خرچ کر کے پال رہے ہیں۔

ہم جنس پرستی اور جانوروں کی طرح برہنہ رہنا عام ہے۔ یہ سب صرف اس لیے ہوا کہ انہوں نے اجنبی مرد اور عورت کے درمیان حجاب کی جو حدِّ فاضل تھی اسے توڑ دیا۔ اور عورت کو گھر سے نکال کر مرد کی طرح باہر لے آئے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

**المراۃ عورۃٌ اذا اخرجَتْ استشرفھما الشیطٰن .**

”عورت پوشیدہ رکھی جانے والی چیز ہے جب وہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔ (سنن ترمذی ، ابواب الرضاع)

مسلمان خواتین مخلوط معاشرے کے مہلکات سے بخوبی واقف تھیں۔ وہ جہاد اور تبلیغ جیسے بلند اور افضل اعمال میں شمولیت تو چاہتی تھیں لیکن اپنے محبوب ﷺ کے حکم پر سرخم کر دینے میں اپنی عافیت کا یقین رکھتی تھیں۔

ایک صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، اللہ نے مردوں پر

جہاد

فرض کیا ہے، اگر وہ فتح یاب ہوتے ہیں تو مالِ غنیمت پاتے ہیں اور اگر شہید ہوتے ہیں تو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں جہاں ان کو روزی ملتی ہے پس ہمارا کون سا عمل ان کے اس عمل کے برابر ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

**طاعة ازواجهن والمعرفة بحقوقهن.**

''اپنے شوہر کی اطاعت اور ان کے حقوق کی پہچان۔'' (مسند احمد)

لگتی ہے کلی کتنی بھلی شاخِ چمن پر
ہاتھوں میں پہنچ کر کوئی قیمت نہیں رہتی
مردوں کے اگر شانہ بشانہ رہے عورت
کچھ اور ہی بن جاتی ہے عورت نہیں رہتی

# خواتین سیٹ

| نمبر | کتاب | مصنف | قیمت |
|---|---|---|---|
| 1 | غض بصر اور مرد حضرات | | 30/- |
| 2 | رشتے کیوں نہیں ملتے | | 27/- |
| 3 | بیوہ کی عدت | ام مصعب | 18/- |
| 4 | نسوانی بال اور ان کی آرائش | | 30/- |
| 5 | صنف مخالف کی مشابہت | | 18/- |
| 6 | عورت اور بازار | | 18/- |
| 7 | منگنی اور منگیتر | | 19/- |
| 8 | بری اور بارات | | 20/- |
| 9 | بہو اور داماد پر سسرال کے حقوق | | 25/- |
| 10 | دیور اور بہنوئی | | 18/- |
| 11 | عورت اور میکہ | | 24/- |
| 12 | ساس اور بہو | | 18/- |
| 13 | سوتیلی ماں اور اولاد | | 15/- |
| 14 | عورت وفات سے غسل و تکفین تک | | 12/- |
| 15 | کسی دوسرے کا بچہ گود لینا | | 18/- |
| 16 | پردے کے اوٹ سے | | 25/- |
| 17 | بیویوں کے باہمی تعلقات | | 25/- |
| 18 | حج میں چہرے کا پردہ | | 14/- |
| 19 | عورت اور گھر میں دعوت دین | | 35/- |
| 20 | حفظِ حیا گفتگو اور تحریر | | 25/- |
| 21 | نکاح میں ولی کی حیثیت | | 38/- |
| 22 | اعتکاف اور خواتین | | 15/- |
| 23 | بیویوں کے درمیان عدل | | 30/- |
| 24 | پردہ اور خاندان | | 25/- |
| 25 | مہر بیوی کا اولین حق | مریم خنساء | 23/- |
| 26 | شادی کی رسومات دعوتیں اور ان میں شرکت | | 25/- |
| 27 | عورت کا لباس | | 50/- |
| 28 | مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل | | 18/- |
| 29 | مکاتیب مریم | مریم خنساء | 180/- |
| 30 | نکاح کوئز | مریم خنساء | 25/- |
| 31 | حفظ حیا اور کنواری لڑکیاں | | 25/- |
| 32 | خطوط مسعود | محمد مسعود عبدہ | 100/- |
| 33 | حفظِ حیا اور محرم رشتہ دار | | 25/- |
| 34 | لو میرج | مریم خنساء | 52/- |
| 35 | حفظ حیا اور ازدواجی زندگی | | 25/- |
| 36 | محرم مرد اور ان کی ذمہ داریاں | | 30/- |
| 37 | سیدہ خدیجہ | مریم خنساء | 15/- |
| 38 | مسائل طہارت اور خواتین | مریم خنساء | 20/- |
| 39 | تزکیہ نفس میں شکر کا کردار | مریم خنساء | |

مشربہ علم و حکمت
0321-4609092
ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور